جواب:

ا...... یزید کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان میں رشتہ داری تھی۔

(یزید کی اہلیہ سیدہ اُمّ محمد، سیدنا جعفر طیار کی پوتی، سیدنا عبداللہ بن جعفر کی بیٹی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بھتیجی تھیں)

۲...... اہلِ سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

یہ رافضیوں کا شعار ہے، قصیدہ بدالامالی جو اہل سنت کے عقائد میں ہے اس کا شعر ہے:

ولم یلعن یزیداً بعد موتِ

سوی المکثار فی الاعزاء غال

اسکی شرح میں علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی۔ سوائے رافضیوں، خارجیوں اور بعض معتزلہ کے جنہوں نے فضول گوئی میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

’’فلاشک ان السکوت اسلم، واللہ اعلم‘‘

اس لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مدح وتوصیف کی جائے۔

۳...... جو امام یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے وہ اہلِ سنت کے صحیح عقیدہ پر ہے اور اس کے پیچھے نماز بلاشبہ صحیح ہے۔ جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ اہل سنت کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی۔ شمارہ اگست ۱۹۸۱ء، ص ۶۲، ۶۳)

☆☆☆

دوسری قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

علمی وجاہت:

امام العصر حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و عملی کمالات میں جو چیز آپ کو گزشتہ کئی صدیوں اور آنے والی کئی صدیوں کے حوالے سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ آپ کی جامعیت وتبحر علمی ہے۔ علوم عقلیہ وشرعیہ میں ایک بھی ایسا علم نہیں ہے جس میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل نہ ہو اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء متقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ ونقلیہ ہستیاں بہت ہی کم پیدا ہوئی ہیں۔

آپ سینکڑوں علماء اور فضلاء کے مجمع میں بیٹھ کر ہر ایک فن کے مسائل پر اس طرح سے گفتگو کرتے تھے کہ گویا آپ کے لیے کوئی مسئلہ سرے سے مسئلہ ہی نہیں۔ بعض اوقات تو سننے والے یہ خیال کرتے تھے کہ آپ اپنے ارادے سے کلام نہیں کر رہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ پر ہر مسئلہ واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسا تو کئی مرتبہ ہوا کہ علمائے کرام آپ سے بعض دقیق، پیچیدہ اور لاینحل مسائل کے بارے میں پوچھتے اور آپ ان کے جوابات سے علماء حضرات کو مستفیض فرماتے۔ اکثر علمائے عصر کو کسی علمی مسئلہ میں کوئی دقت پیش آتی تو وہ خود حضرت کی خدمت میں حاضر بھی ہوتے تھے اور بعض اوقات یہ سلسلہ خط کتابت کے ذریعے بھی جاری رہتا تھا۔

آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کو کتاب کے حواشی تک ازبر ہوتے۔ حوالہ ہائے کتب صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے آپ کے ذہن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لے محفوظ ہوجاتے تھے اور جب بھی کسی مسئلہ پر تقریر فرماتے تو بے شمار کتابوں کے حوالے بلا تکلف آپ کے نطق مبارک پر آتے اور سننے والوں کے قلوب میں سرایت کرتے چلے جاتے۔ احادیث کے ذخائر، ان کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں تمام بحثیں، مختلف احادیث کے مدارج ومراتب' اس طرح آپ کے ذہن میں موجود رہتے کہ جیسے کسی لائبریری میں مختلف عنوانات کی کتابیں سجا رکھی ہوں۔ طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر یوں محسوس کرتے کہ گویا وہ کسی عظیم الشان لائبریری میں بیٹھے اپنے ذوق مطالعہ کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ طلباء کو ایسے مسائل کا جواب چند لمحوں میں مل جاتا تھا کہ جن کی تحقیق وجستجو کے لیے عمر کا ایک حصہ درکار ہوتا ہے۔ پھر ہر جواب کوئی سرسری نوعیت کا نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر جواب میں ایسی جامعیت ہوتی کہ اس کے لیے کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہ

رہتی۔آپ کی نظر سے مشہور و معروف کتب خانوں کی کتابیں اور قلمی نسخے گزر چکے تھے اور وہ ان کے ذہن میں اس طرح محفوظ رہتے کہ گویا آج ہی ان کا مطالعہ کیا ہو۔

یہ سطور لکھتے ہوئے مجھے ابن امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ یاد آ گئے ہیں' خود فرمایا کرتے کہ ابا جان میرے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے انور شاہ کی گدی پر بٹھائے' بیٹا جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس کی حیثیت کے مطابق مانگو''۔اور پھر ہم نے دیکھا کہ اس حد تک تو یہ دعا قبول ہوئی کہ سید ابوذر بخاریؒ بھی اپنی تقریر یا گفتگو میں اپنے حافظہ کے بل بوتے پر جس وقت قرآن و حدیث اور تاریخ کی بے شمار کتابوں کے حوالے دیتے تو سننے والا حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔عربی کتابوں کی عبارتیں انہیں ازبر تھیں اور بوقت ضرورت ان کتابوں کے حوالے ان کی زبان سے نکل کر دل و دماغ کی گہرائیوں میں یوں محفوظ ہو جاتے تھے جیسے بارانِ رحمت کے قطرے سینۂ دھرتی میں جذب ہو کر شادابی و ہریالی کا باعث بن جاتے ہیں۔ہم نے حضرت انور شاہ کشمیریؒ کو تو نہیں دیکھا لیکن ہم بھی کیا کم خوش قسمت ہیں کہ ان کی علمی وجاہت و فضیلت کا پرتو سید ابوذر بخاریؒ کی ذات اقدس میں ضرور دیکھا ہے۔یقیناً وہ اپنے کردار و اعمال' اپنے مشن و موقف، اپنے علم و فضل کے حوالے سے انور شاہؒ کی گدی پر ہی فائز تھے۔

انور شاہؒ کی آخری عمر میں بیماری کا غلبہ شدید ہو گیا تھا۔لیکن حیرانی کی بات ہے کہ اس کا اثر آپ کے حافظہ پر بالکل نہیں تھا۔حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے کامل محدثین کے حافظے پر آخری عمر میں اختلاط پیدا ہوا۔

فقہ کے معاملے میں بھی آپ کو یہ تخصیص حاصل تھی کہ نہ صرف فقہ حنفی بلکہ آئمہ اربعہ کی فقہ پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ ''میں ہر فن میں اپنی رائے رکھتا ہوں اور کسی کی تقلید نہیں کرتا لیکن فقہ میں مَیں کوئی رائے نہیں رکھتا کہ اس میں مَیں امام اعظمؒ کا مقلد ہوں''۔

سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ نے ایک دن میرے سامنے حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ آپ امرتسر تشریف لائے تو علمائے شہر جس میں ہر مکتبِ فکر کے علماء شامل تھے کی ایک بھیڑ' آپ کا سن کر ان کے ہاں اکٹھی ہو گئی۔آپ نے گفتگو فرمائی۔تمام علماء آپ کے علمی مباحث سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔انہی علماء میں سے ایک عالم دین نے جو اہلِ حدیث تھے۔جرأت کر کے سوال کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل کی اتنی دولت عطا فرمائی ہے لیکن حیرت ہے کہ آپ اس کے باوجود مقلد ہیں۔آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ مولانا میں ایسے ہی نہیں مقلد ہو گیا۔دین کے بارے میں جب بھی کوئی نئی بات یا نیا نقطہ میرے ذہن میں آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ بات تو پہلے ہی امام اعظمؒ فرما گئے ہیں۔سو جیسے جیسے میرے علم اور میرے مطالعہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا میں ویسے ویسے اور زیادہ مقلد ہوتا گیا۔

عبدالصمد صارم اپنی کتاب ''سیرت انور شاہ کشمیری'' کے صفحہ ۱۳ پر آپ کے علم وفضل کے بارے میں بیان کرتے ہوئے آپ کے حافظے کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عقل وفہم عطا کی ہے تا کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور حافظے اور یادداشت کی قوت اس لیے عطا کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور دنیاوی معاملات کو اپنے دماغ میں محفوظ رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو غیر معمولی قوتِ حافظہ اور یادداشت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اگر انہیں اپنے وقت کا امام زہریؒ کہا جائے تو عین مناسب ہوگا۔ امام زہریؒ کا حافظہ اتنا عمدہ تھا کہ جو بات ایک بار آپ کے کان میں پڑ جاتی وہ کسی طرح نہ بھولتی تھی۔ اس لیے وہ جب بھی مدینہ منورہ کے بازاروں سے گزرتے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے مبادا بازاری خرافات ان کے دماغ پر نقش نہ ہو جائیں۔ چنانچہ شاہ صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ انھوں نے ''فتح القدیر'' کو جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے چھبیس دنوں میں ختم کیا اور اب چھبیس سال گزر جانے کے باوجود پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی اور اب جو بھی مضمون بیان کرونگا اس میں بہت کم فرق پایا جائے گا۔ شاہ صاحب جب حدیث کا سبق دیتے تو حدیث کی کتابیں اپنے پاس رکھ لیتے اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے تو زبانی حوالے کے علاوہ کتاب سے بھی حوالے دیا کرتے۔ چنانچہ دورانِ درس وہ کتاب سے حوالہ دینے کے لیے جب کتاب کھولتے تو عموماً وہی صفحہ کھلتا جس پر وہ حدیث ہوتی جس کا آپ کو حوالہ دینا ہوتا۔ اگر اصل صفحہ نہ کھلتا تو دو چار صفحے پہلے یا پھر دو چار صفحے بعد کے۔ شاہ صاحب کو چالیس پچاس ہزار عربی اشعار یاد ہوں گے۔ جب کبھی تشریح کے طور پر کوئی شعر بطور حوالہ دینا چاہتے تو پوری کی پوری نظمیں جن میں بیس بیس اور پچیس پچیس اشعار ہوتے تھے نہایت روانی سے پڑھتے جاتے تھے۔ جب کسی کو چھان بین کے باوجود کوئی چیز نہ ملتی یا کوئی مسئلہ سمجھ نہ آتا تو شاہ صاحب سے رجوع کرتا اور شاہ صاحب منٹوں میں ان کی مشکلات دور کر دیتے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو ''فوائد التنزیل'' لکھتے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق صحیح روایات چھان بین اور کاوش کے باوجود نہ مل سکیں۔ جب انہیں ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو وہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب ان دنوں کچھ علیل تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے شاہ صاحب کو اپنی الجھن بتائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ مستدرک میں حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے ان شاء اللہ تمام الجھن دور ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مستدرک کا مطالعہ کیا اور اپنا مقصود پالیا۔''

علامہ انور شاہ کشمیری اپنے ہم عصروں کی نظر میں:

شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم وفضل عطا فرمایا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے مجتہد

عصر اور امامِ فن ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کے جانشین اوّل اور دارالعلوم دیو بند کے مدرس اوّل تھے۔ آپ نے شیخ الہند اور قطبِ دوراں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حدیثِ نبوی کی سندات حاصل کیں۔ زیارتِ حرمین شریفین کے دوران آپ دنیا کے دوسرے علماء وفضلاء سے ملے۔ انھوں نے آپ کے تبحر علمی و ہمہ دانی کو سراہا اور سندات عطا کیں۔ جناب شیخ الہندؒ بھی آپ کی علمی بصیرت سے بخوبی واقف تھے اور صدقِ دل سے چاہتے تھے کہ آپ دیو بند سے وابستہ ہوجائیں۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن نے علم وفن کے اس بحرِ ذخار کو دارالعلوم کی سیرابی اور شادابی کے لیے ایسے بندھن میں جکڑا کہ بالآخر آپ وہیں کے ہو رہے۔

(۱) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ:

حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ ''میں نے ممالکِ اسلامیہ کے بہت سے علماء وفضلاء سے علمی مسائل پر گفتگو کی لیکن تبحر علمی، ہمہ دانی، وسعتِ معلومات، علومِ قرآنی واحادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عقلی علوم یعنی فلسفہ، تاریخ، ہیئت وغیرہ میں شاہ صاحب جیسا کوئی عالم فاضل نہیں پایا نہ صرف یہ کہ شاہ صاحب کا مطالعہ وسیع و جامع تھا بلکہ ان کی نظر میں گہرائی و وسعت بھی تھی۔ قدیم وجدیم علوم دونوں سے واقفیت تھی''۔

(۲) علامہ رشید رضا مصری شاگرد محمد عبدہٗؒ:

''اگر میں ہندوستان کے سفر کے دوران مولانا انور شاہ کشمیری سے ملاقات نہ کرتا تو یہ سمجھتا کہ ہندوستان کے سفر میں انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہندوستان کا سفر میرے لیے مایوسی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔''

(۳) علامہ موسیٰ جاراللہ روسیؒ:

اسلامی دنیا کے زبردست عالم دین علامہ موسیٰ جاراللہ روسی علمی حوالے سے بین الاقوامی شہرت کے مالک عالم دین ہیں۔ ہندوستان تشریف لائے تو دیو بند میں آپ کی ملاقات انور شاہ کاشمیری سے بھی ہوئی۔ آپ نے ان سے مل کر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''میں انور شاہ کو عالم اسلام کا عظیم عالم تسلیم کرتا ہوں اور ان کے تبحر علمی کا دل ودماغ کی گہرائیوں سے معترف ہوں''۔

(۴) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی روایت کے مطابق ایک بار حضرت تھانوی نے ارشاد فرمایا: ''میرے نزدیک حقانیتِ اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل حضرت انور شاہ کاشمیری کا امتِ مسلم میں وجود بھی ہے۔ اگر دین اسلام میں کسی قسم کی کوئی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہوجاتے۔''

(۵) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

آپ نے فرمایا: ''مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین، ابن دقیق العبد اور سلطان العلماء حضرت عزیز الدین عبد السلام کو دیکھا ہے تو میں استعارہ کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ہاں دیکھا ہے۔ کیونکہ صرف زمانے کا تقدم وتأخر ہے۔ اگر شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو انہی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجہ سے انہی کے مرتبے میں ہوتے اور آپ کے تذکرے بھی مدتوں کیے جاتے۔ اسی وجہ سے میں خیال کرتا ہوں کہ گویا حافظ ابنِ حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء کا آج انتقال ہوا ہے''۔

(۶) شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ:

علامہ اقبالؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی بصیرت اور وسیع مطالعہ کے قائل تھے۔ وہ اکثر علمی مسائل اور مباحث میں حضرت انور شاہ صاحب کاشمیری سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ انھوں نے فرمایا: ''اگر پورے عالمِ اسلام میں کوئی عالم فقہ جدید کو مرتب کر سکتا ہے تو وہ صرف انور شاہ کاشمیری کی ذاتِ گرامی ہے۔ مجھے جب بھی کسی مسئلہ (جس کا تعلق دین سے ہو یا اخلاق سے، کتب حدیث سے ہو یا کلام الٰہی سے، علم الکلام سے ہو یا فلسفہ جدید وقدیم سے) میں ابہام یا اشکال پیدا ہوا تو میں نے رہنمائی حضرت انور شاہ کاشمیری سے ہی حاصل کی۔''

(۷) حضرت مولانا اصغر حسینؒ:

''مجھے جب بھی کسی مسئلہ میں دشواری پیش آتی تو کتب خانۂ دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع کرتا۔ اگر کوئی چیز مل جاتی تو فبہا ورنہ انور شاہ صاحب کاشمیری سے رجوع کرتا۔ شاہ صاحب جو جواب دیتے اسے آخری اور تحقیقی پاتا اور اگر شاہ صاحب نے بھی کبھی کہہ دیا کہ میں نے کتابوں میں کبھی یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ اب یہ مسئلہ کہیں سے بھی نہیں ملے گا اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ہوتا۔''

(۸) علامہ سید سلیمان ندویؒ:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''انور شاہ کاشمیری کی مثال اس سمندر کی مانند ہے جس کی سطح تو اوپر سے ساکت اور ساکن ہو لیکن جس کی گہرائی میں گراں قدر گراں بہا موتی بھرے ہوئے ہوں۔''

(۹) مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ:

''انور شاہ کاشمیری علوم دینیہ کی چلتی پھرتی لائبریری ہیں۔''

(۱۰) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ:

آپ نے ارشاد فرمایا: ''صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا وقت کی قید سے انور شاہ کاشمیری پیچھے رہ گئے۔''

مضمون کا یہ حصہ اس لیے تحریر کیا گیا ہے کہ انور شاہ کاشمیریؒ کی شخصیت کو نئی نسل سے متعارف کرایا جائے کہ وہ کس معیار کی شخصیت تھے۔ آخر ایسے آدمی کا قادیانیت کے فتنے کے خلاف وسیع پیمانے پر کام اور اس فتنہ کی وجہ سے یوں بے قرار و بے چین ہو جانا جو آئندہ سطور سے واضح ہوتا ہے اس کی وجوہات دینی اور دنیاوی دونوں حوالوں سے اتنی اہم تھیں کہ قادیانیت کے محاسبے کے لیے انھیں امیر شریعت جیسی شخصیت کو منتخب کرنا پڑا اور امیر شریعت نے اس فرض کو بہ احسن طور پر نبھایا۔ جس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ محاسبۂ قادیانیت جو محض تبلیغ تک محدود تھی اسے ایک تحریک میں تبدیل کر کے عالم اسلام پر واضح کر دیا کہ قادیانیت کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق و واسطہ نہیں اور یہ گروہ یہود و نصاریٰ کے ایما اور ان کی مالی اعانت کے بل بوتے پر عالمِ اسلام میں مسائل پیدا کرنے کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ آیئے اب آپ کو حقائق سے آگاہ کیا جائے جن کا تعلق انور شاہ کاشمیریؒ کی طرف سے محاسبۂ قادیانیت کے ساتھ ہے۔

محاسبۂ قادیانیت اور انور شاہ کاشمیریؒ:

بقول عبدالصمد صارم (سیرت انور شاہ کاشمیری) ''شاہ صاحب نے مذہب اسلام کی جو ہمہ گیر خدمت انجام دی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی رشد و ہدایت کے لیے ہر دور میں اپنے پاک بندوں کو بھیجا جنھوں نے انھیں برے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں کی طرف رغبت دینے کی تلقین کی۔ دینِ برحق سے ہٹ کر بہت سے لوگوں نے دین اسلام اور مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنا چاہا اور بعض اوقات انھیں کامیابی بھی ملی لیکن بالآخر حق، جھوٹ پر غالب آیا اور مسلمان مجموعی طور پر بھٹکنے سے بچ گئے۔ فرقہ باطنیہ جس کا بانی حسن بن صباح تھا اور خوارج نے دین اسلام کو کیا کیا نقصان نہ پہنچائے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء، محدثین و مفسرین امامِ فن بزرگوں کو تہہ تیغ کیا۔ ان فتنوں اور دوسرے فتنوں سے جو نقصان بحیثیت ایک قوم کے مسلمانوں کو پہنچا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اسی قسم کا ایک فتنہ قادیانیت کا فتنہ ہے۔ یہ فتنہ اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ ۱۳۴۰ھ میں اٹھا اور اس نے تمام ہندوستان میں اپنا ناپاک اثر ڈالنا شروع کر دیا۔ بھولے بھالے ان پڑھ لوگوں کی نہ جب کمی تھی نہ اب کمی ہے۔ جب ہندوستان اسلامی جمہوریۂ پاکستان اور بھارت دو آزاد سلطنتوں میں بٹ چکا تو اس کے بعد بہت سے لوگ قادیانی فتنے کا شکار ہو گئے۔ اس فتنے کو انگریزی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی اور یہ بھی انگریزی حکومت کے اقدام کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ اس فتنے کا مرکز قادیان مشرقی پنجاب میں تھا اور اب ربوہ (چناب نگر) جو سرگودھا سے پہلے واقع ہے منتقل